ہمیں شیپارڈ(Sheapard) ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ یہ تاریخی اہمیت کا حامل ہوٹل ہے اوراس میں دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کے وزیراعظم ونسٹن چرچل جیسی عظیم شخصیات ٹھہرتی رہی ہیں۔ تقریباً ایک صدی تک یہ دنیا کے بہترین ہوٹلوں میں شمار ہوتا رہا مگر ۱۹۵۱ عیسوی میں آتش زدگی کی نذر ہو گیا۔ موجودہ ہوٹل ۱۹۵۷ عیسوی میں تعمیر ہوا۔ کئی مشہور انگریزی فلموں کی شوٹنگ بھی یہاں ہو چکی ہے۔

کانفرنس کے منتظمین نے علمی قد کاٹھ کے لحاظ سے 'بزرگ' چھ سات لوگوں کو ہی اس فائیو سٹار ہوٹل میں ٹھہرایا تھا۔ باقی شرکا کے قیام کا بندوبست اندرون شہر کے ہوٹلوں میں کیا گیا تھا۔

ہمارا استقبال ایک سات فٹ کے دربان نے کیا جس نے ترکی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ کھلے گھیرے مگر تنگ پائنچے والی شلوار اور واسکٹ قدیم ترکی حلیہ کو مکمل کرتی تھیں۔ برصغیر میں بھی انگریزوں نے مقامی اشرافیہ کے لباس بیروں کو پہنا دیے تھے۔ جو بدقسمتی سے ہماری غلامانہ ذہنیت کی

وجہ سے آزاد ہونے کے باوجود آج بھی کئی جگہ نظر آتے ہیں۔

میرا کمرہ چھٹی منزل پر تھا۔سامان رکھنے کے بعداور کچھ سستانے کے بعدسوچا کہ گھر فون کر کے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع دے دوں۔ پتہ چلا کہ فون کرنے کا واحد ذریعہ ہوٹل کا ایکسچینج تھا۔ وہیں ۲۵مصری پاؤنڈ (تقریباً ۲۵۰روپے) دیےاور گھر دومنٹ بات کی۔ یہ پیسے بعد میں میرے بل میں بھی ڈال دیے گئے۔کافی بحث کے بعدانہیں کٹوایا۔ظاہر ہے کہ یہ پیسے ٹیلیفون آپریٹر نے اپنی جیب میں ڈال لئے تھے۔

ہوٹل شہر کے بہترین علاقہ میں دریائے نیل کے کنارے واقع تھا۔سوچا ذرا ہوٹل کے گردونواح کا چکر لگایا جائے۔

زبردست سماں تھا۔دریا کے ساتھ ساتھ بنی ہوئی ہوٹلوں کی فلک بوس عمارتیں روشنیوں سے نہائی ہوئی تھیں اوران کا عکس دریا میں عجب انداز سے اٹھکیلیاں کر رہا تھا۔جیسے دھیمے سروں میں کتھک ڈانس ہورہا ہو۔ بلا مبالغہ ایسی عمارتوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔

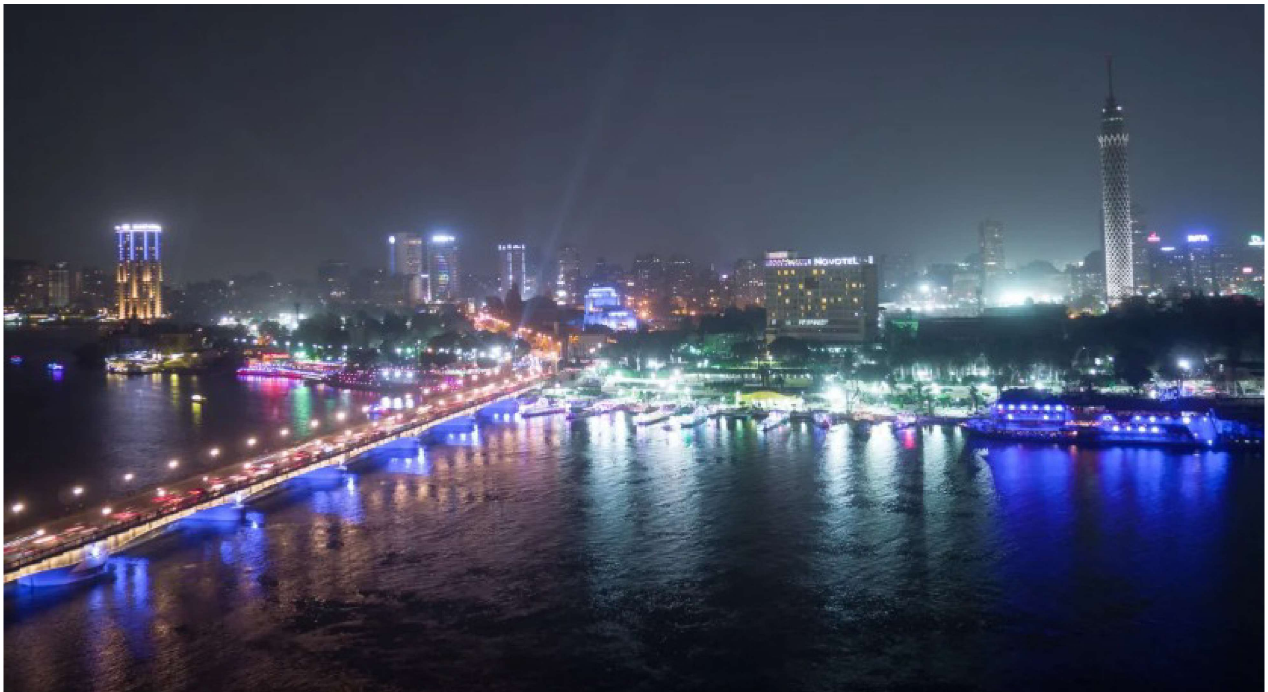

ان میں سب سے بلند اور سب سے نمایاں قاہرہ ٹاور تھا جس کی اونچائی ۶۱۴ فٹ ہے۔

اس کے طرز تعمیر میں قدیم مصری انداز کی آمیزش کی گئی ہے۔ یہ صدر جمال عبدالناصر کے دور میں بنا تھا۔ صدر ناصر کے بقول امریکیوں نے اسے ۶ لاکھ ڈالر کی رشوت دی کہ ان کے اشاروں پر چلے (آج سے ۷۰ سال پہلے یہ بہت بڑی رقم تھی)۔اس نے پیسے بھی لئے اور یہ بات عام بھی کردی۔اور ساری رقم قاہرہ ٹاور پر لگادی۔اس کی تعمیر ۱۹۵۴ سے ۱۹۶۱ عیسوی تک ہوئی۔اس کی بالائی منزلوں میں ایک گھومتا ریسٹورنٹ بھی ہے۔

بلندی کے حساب سے مصری وزارت خارجہ کی عمارت دوسرے اور گرینڈ ہیاٹ ہوٹل کی عمارت تیسرے نمبر پر ہے۔

آسمان سے نگاہ زمین کی طرف کی تو بہت بڑی آبی کشتیاں (ferry) رواں دواں تھیں۔

وہ چلتے پھرتے ہوٹل تھے۔اس کے علاوہ کئی سٹیم بوٹ بھی تھیں۔دریا کا پاٹ تقریباً ۲۰۰ فٹ تھا۔

دریا کے کنارے پر درختوں کی لمبی قطار تھی۔اس کے ساتھ ہی چہل قدمی کے لئے ایک چوڑی راہداری تھی۔ بنچ بھی وافر تعداد میں تھے اوراس نیم تاریک ماحول میں کئی جوڑے ناگفتنی حرکتوں میں مشغول تھے۔زیادہ تر لوگ خوبصورت اور قدرے سفید رنگت کے تھے۔مقامی اور مغربی لباس دونوں ہی نظر آرہے تھے۔مردوں کی اکثریت مغربی لباس پہنے ہوئے تھی۔

اس راہداری سے سیڑھیوں کے ذریعہ اوپر سڑک پر آیا جا سکتا تھا جو میرے ہوٹل کے سامنے سے گزرتی تھی۔ یہ بہت مصروف دورویہ سڑک تھی۔

میں چلتا ہوٴا قصر النیل پل تک چلا گیا جو دو فرلانگ دور تھا۔یہ شہر کے جدید حصہ کو مرکزی شہر سے ملاتا ہے۔ٹریفک امریکیوں کی طرز پر left hand drive ہے۔چار رویہ ٹریفک چل رہی تھی۔پل کے دونوں کناروں پر شیر ببر کے بڑے بڑے مجسمے ایستادہ تھے۔

قریب ہی میرے ہوٹل کو جانے والی سڑک پر بگھیوں کی قطار تھی۔لگتا تھا کہ پاکستان سے منگوائی ہیں۔کوئی خاص فرق نہیں تھا۔بہت اچھی حالت میں تھیں مگر اتنی مرصع نہیں تھیں جتنی ہمارے ہاں شادیوں میں استعمال ہونے والی بگھیاں ہوتی ہیں۔

میں پل کے دوسرے کنارے تک گیا۔ وہاں سے اپنے ہوٹل اور گردونواح کی فلمبندی کی اور واپس ہوٹل میں آ کر سو گیا۔